© rasailojaraid.com

فطرتِ انسانی سے (عقلی و وجدانی طور پر) پوری طرح ہم آہنگ ہوں۔ اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتے کیونکہ ان اصولوں میں چند ممتاز و نمایاں پہلو یہ ہونے چاہئیں کہ ــــ وہ جامع بھی ہوں اور کامل بھی ــــ نیز عملی طور پر انسانی فطرت وصلاحیت سے تجاوز کرنے والے یعنی ناقابلِ برداشت بھی نہ ہوں ــــ مزید برآں اِن اصولوں کے حاملوں نے دنیا کی تاریخ میں ایک زرّیں باب کا اضافہ بھی کیا ہو ــــ اور زرّیں باب ترقی کے کسی خاص شعبہ ہی کا مرہونِ منّت نہ ہو بلکہ اخلاقی و روحانی، مادّی و فکری، سیاسی و اقتصادی، انفرادی و اجتماعی جملہ شعبات ترقی پر حاوی ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ ان تمام خصوصیات کے ساتھ کوئی بھی مادّی نظریۂ حیات یا مذہب اسلام کے سامنے ٹِک نہیں سکتا اور نہ ہی حقیقی ترقی کی ضمانت دے سکتا ہے۔

اسلام ہی وہ واحد نظامِ حیات ہے جس کا مقصدِ واحد انسانی وجود کا ہمہ جہتی اور مثالی ارتقاء ہے۔ اسی لیے اس نے حصولِ تقویٰ پر زور دیا ہے ــــ اور تقویٰ درحقیقت انسان کے اُن منفی رجحانات ومیلانات کے خلاف حفاظت (PROTECTION) سے عبارت ہے جو نفسِ انسانی، فطرتِ انسانی بلکہ کُلّی وجودِ انسانی سے برسرِ پیکار رہ کر اس کی بقاو ترقی میں مزاحم رہتے ہیں۔

اسلام میں گناہ و ثواب کا فلسفہ یہی ہے کہ وہ ہر فعل وخیال جو فطرتِ انسانی سے متصادم ہو کر اس کی پائدار و ہمہ جہتی ترقی میں ــــ مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں ــــ کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرے، اسلام کی رو سے گناہ ہے۔ اسکے برخلاف فطرتِ انسانی کے لیے موزوں اور اس کی ہمہ جہتی بقاو ترقی کی ضمانت دینے والا ہر خیال و فعل باعثِ ثواب یا "عین ثواب" ہے۔ یعنی ان منفی و مثبت افعال کا نتیجہ ہی عذاب و ثواب ہے۔ جن کا ظہور بہرحال ہر صاحبِ عقل کے نزدیک قابلِ فہم ہے اور مشاہدہ و تجربہ سے ثابت شدہ امر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی عبادات وارکان کا مقصد بھی حصول و فروغِ تقویٰ ہی ہے۔ حصولِ تقویٰ اور اس کی تربیت و پرورش کے لیے ایک قوتِ نافذہ ــــــ (SANCTIONING AUTHORITY) ــــــ اور محرکِ عمل کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت اسلام میں وجودِ خدا اور وحدتِ خدا پر ایمان ــــــ نیز عقیدۂ جنّت و دوزخ (آخرت) سے پوری ہو جاتی ہے۔ یہ عقائد انسان کو وہ عملی تحریک بخشتے ہیں جن کے بغیر انسان کی ہمہ جہتی، دائمی اور مثالی ترقی ناممکن ہے۔ مزید برآں ان حقائق پر حقیقی ایمان لانے سے انسان کو پائدار سکونِ قلب بھی میسّر ہوتا ہے۔ جس کے بغیر دنیا کی تمام مادّی ترقیاں بیکار ہیں۔

بقیہ نظرات :-

ملک کی سیاست (با اقتدار پارٹی کی ہو یا حزبِ مخالف کی، شاہ ولی اللہ دہلوی کے لفظوں میں سیاستِ عادلہ و صالحہ نہیں ہے، بلکہ وہ خود غرض، مفاد پرست اور تنگ نظر ہے، ہر پارٹی کو اپنی کرسی محفوظ رکھنے کی فکر ہے۔ ملک اور سماج جائے بھاڑ میں، عوام کا اپنے اپنے مقاصد کیلئے استحصال کیا جا رہا ہے، ورنہ عوام کا حقیقی درد اور غم کسی کے دل میں نہیں ہے، پوری سیاست سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور عوام کی زندگی روز بروز اجیرن ہوتی جا رہی ہے

ان حالات میں مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ بحیثیت مسلمان ہونے اور بحیثیت اس ملک کے شہری اور محبِ وطن ہونے کے ان کا فرض کیا ہے اور انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتی کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے دنیا کے تمام انسانوں کی خیر خواہی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ ان کی فلاح و بہبود کی کوشش ان کا اللہ کی طرف سے عائد کیا ہوا فریضہ ہے، اور ہندوستانی کی حیثیت سے الاول فالاول کے مطابق اپنے وطن کا حق سب سے مقدم اور اول ہے، اس مقصد کے لیے مسلمانوں کو ملک میں ایک غیر فرقہ وارانہ اور آزاد قیادت (INDEPENDENT AND NONCOMMUNAL LEADERSHIP) پیدا کرنی چاہیئے، برادرانِ وطن میں لاکھوں ایسے افراد ملیں گے جو ملک کے موجودہ حالات سے سخت پریشان اور نالاں ہیں اور وہ خدمت کا بے لوث و بے غرض جذبہ بھی رکھتے ہیں، لیکن انھیں کوئی پلیٹ فارم نہیں مل رہا ہے۔ آزاد قیادت کا فرض ہوگا کہ وہ انہیں پلیٹ فارم مہیا کرے، اس قیادت کے دو کام ہوں گے، ایک سیاسی اور دوسرا سوشل، بے لوث و بے غرض اور ایثار و قربانی کے ساتھ عوام کی خدمت اور ان کی ذہنی تعلیم و تربیت ہی وہ کام ہیں جس کے ذریعہ آپ اس ملک کی قسمت بدل سکتے ہیں مگر اس کیلئے سب سے مقدم یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات کا سچّا نمونہ بنیں ان میں اجتماعیت کا قوی احساس ہو، اور بحیثیت مسلمان کے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا جذبہ اور ولولہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریف التواریخ

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۱)

شریف التواریخ: مرتبہ: سید شریف احمد شرافت نوشاہی، تقطیع متوسط، کاغذ و کتابت عمدہ صفحات ۱۳۷۶، قیمت ۷۵ روپے۔ پتہ: ادارہ معارف نوشاہیہ، ساہن پال شریف ضلع گجرات پاکستان۔

شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی، سجادہ نشین درگاہ حاجی نوشہ، ساہن پال شریف، ضلع گجرات، پاکستان کی تصنیف ہے۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں جناب ضیاء الدین اصلاحی نے اس پر دو صفحات کا تبصرہ شائع کیا تھا، حالانکہ اس کتاب پر انھیں کڑی تنقید کرنی چاہیئے تھی۔

شریف التواریخ کی ابھی پہلی جلد ہمارے سامنے آئی ہے۔ شرافت صاحب اس کی مزید دو جلدیں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے ۱۹۷۹ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری، سیکرٹری مجلس رضا، کے مطب پر اپنے احباب اور معتقدین کی ایک میٹنگ بلائی، اس میٹنگ میں یہ طے پایا کہ اگر ان کے یکصد احباب اور معتقدین فی کس ایک ہزار روپئے دیں تو ایک لاکھ روپئے جمع ہو جائیں گے اور یہ کتاب چھپ جائے گی۔ چنانچہ اسطرح کچھ رقم جمع ہوگئی اور شریف التواریخ کی جلدِ اوّل مارکیٹ میں آگئی۔ یہ کتاب چونکہ سیکرٹری مجلسِ رضا کی سعی و کاوش سے طبع ہوئی ہے، اس لیے اسے بریلوی مکتبِ فکر کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"سرکاری تاریخ" سمجھنا چاہئے۔

اس کتاب کے دیباچے میں انھوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ ان کی ۵۲ سال کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مصنف کے والد بزرگوار نے اس کتاب کو دیکھ کر کہا "شریف احمد تم نے کتاب شریف التواریخ کی تصنیف میں امام محمد بن اسمعیل بخاریؒ جیسی محنت کی ہے"۔ ص۵۳

شریف التواریخ کا تاریخی نام مصنف نے خود ہی صحاح التواریخ نکالا ہے۔ اس کتاب پر تقریظ نگاروں نے مصنف کو بحرالعلوم، شیخ زمن، خاندان نوشاہی کا مجدد، زین المجتہدین، شمس المورخین اور رئیس المحققین جیسے القابات سے نوازا ہے۔ محمد اقبال مجددی نے "احوال و آثار شرافت نوشاہی" میں لکھا ہے کہ "شرافت صاحب پنجاب کے زبردست عالم، محقق اور مصنف بزرگ ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا، چلنا، پھرنا صرف علم اور علم ہے۔ علم کی طلب ان کے رگ و پے میں سرایت کرگئی ہے"۔ ص۳۸ یہی صاحب شریف التواریخ کے دیباچے میں لکھتے ہیں "اسے آب حیات یا شعرالعجم کی طرح خواہ مخواہ دلچسپ بنانے کے شوق میں لسانی قلابازیاں اور خیالی گھوڑے نہیں دوڑائے بلکہ نہایت سہل اندازِ بیان میں حقائق نویسی کو پُر لطف بنا دیا ہے" ص۲۹۔ اس پر جناب ضیاء الدین اصلاحی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ ان کتابوں کی زبان و بیان سے اس کتاب کا کیا مقابلہ اور نسبت؟ ہمارے خیال میں دارالمصنفین کے رفقاء کو اس کتاب کا کڑا تنقیدی جائزہ لینا چاہیئے تھا۔

شریف التواریخ کے پہلے ۱۱۲ صفحات فہرستِ مضامین، دیباچہ، تقریظ اور اشاریہ پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد تقریباً ۵۲ صفحات پر مختلف سلاسلِ تصوف کا ذکر، ابدال، قطب، غوث، اوتار، نقیب اور رجال جیسی اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔ ۱۷۵ویں صفحے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر شروع ہوتا ہے۔

گنیش داس وڈیہرہ ابتدائی انگریزی دور میں ایک مشہور مؤرخ ہوگذرا ہے شرافت صاحب نے وڈیہرہ کو بڈہیرہ بنادیا ہے ص۲۷۔ وڈیہرہ کھتریوں کی ایک مشہور گوت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوشاہی صاحب نے ص۱۹ پر مورخ شہیر اعثم کوفی کا نام خواجہ احمد بن اعثم لکھا ہے۔ ہماری رائے میں خواجہ کا اضافہ انھوں نے اپنی طرف سے کیا ہے، کیونکہ اس عہد میں بزرگوں کے نام کے ساتھ ہنوز خواجہ لکھنے کا رواج نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی اہل عرب عموماً غیر مسلموں کو مخاطب کر کے یا خواجہ کہا کرتے تھے۔ تاریخ ثغر عدن میں ابن المجاور نے یہ لقب غیر مسلم تاجروں کیلئے استعمال کیا ہے۔ اعثم کوفی ایک غیر مستند مورخ ہے، اس کا شمار وضاع اور کذاب راویوں میں ہوتا ہے۔ ص۲۱ پر انھوں نے مہاودیالے کو مہاودیائے لکھا ہے اور ص۲۰ پر امیر احسن علا سجزی کو سنجری لکھ گئے ہیں۔ شریف التواریخ کی کتابت نوشاہی صاحب نے خود کی ہے اسلئے اس طرح کی اغلاط کو ہم کاتب کے سر نہیں تھوپ سکتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار آقائے سعید نفیسی لاہور آئے تو صاحب کشف المحجوب کے مزار پر بھی حاضر ہوئے۔ وہاں علامہ اقبال کا ایک شعر کندہ ہے:

سید السادات مخدوم اُمم مرقدِ اُو پیر سنجر را حرم

آقائے سعید نفیسی علامہ کے احترام کی بنا پر یہ تو نہ کہہ سکے کہ اقبال سجز کو سنجر لکھ گئے ہیں، اس لیے انھوں نے صرف اتنا کہا کہ دیکھئے سنگ تراش نے کیا غضب ڈھایا ہے کہ اس نے سجز کو سنجر بنا دیا ہے۔

ابن اثیر الجزری کی کتاب کا صحیح نام 'الکامل فی التاریخ' ہے، شرافت صاحب نے ص۳۶ پر کامل التواریخ رقم فرمایا ہے۔ پتہ نہیں انھوں نے ۵۳ برس کس قسم کی تحقیق پر صرف کئے ہیں۔

شرافت نوشاہی ص۱۸۴ پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج خداوند تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضورؐ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اس نے اللہ پر بہتان باندھا ہے[1]

نوشاہی صاحب ص۱۸۶ پر لکھتے ہیں کہ جب نبی کریمؐ ہجرت کے بعد قبا میں چودہ روز

---

[1] سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہؓ، اعظم گڑھ، ۱۹۴۶ء، ص ۲۱۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس موقع پر پردہ نشین "خاتونیں" چھتوں پر چڑھ آئیں اور گانے لگیں :

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

اولاً : یہ اشعار بنو نجار کی کمسن بچیوں نے گائے تھے نہ کہ پردہ نشین خواتین نے ۔

ثانیاً : اس وقت پردہ کا حکم کہاں آیا تھا ؟ پردہ کی آیت تو سورۃ احزاب میں آئی ہے جو ۵ھ میں نازل ہونا شروع ہوئی اور ۹ھ تک نازل ہوتی رہی۔

ثالثاً : خاتون کی جمع خواتین ہوتی ہے "خاتونیں" آج تک کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

رابعاً : یہ اشعار معتبر راویوں کے نزدیک حضورؐ کی غزوۂ تبوک سے واپسی پر بچیوں نے گائے تھے ثنیات الوداع مکہ کی طرف سے مدینہ آنے والوں کے راستے میں نہیں آتیں بلکہ شام کی جانب سے آنے والوں کے راستے میں آتی ہیں۔

سیرت النبیؐ اور صحابہ کرامؓ کے تذکار پر مبنی تمام معتبر کتابوں میں یہ رقوم ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ رمضان ۵۸ھ میں فوت ہوئیں اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ اسی سال ذی الحجہ میں راہی ملک بقا ہوئیں۔ ان دونوں کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی اور اس کے جلد بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ شرافت صاحب نے ص۲۳۱ پر حضرت اُم سلمہؓ کی وفات ۶۲ھ میں بتائی ہے اور ابوہریرہؓ کو بھی اس وقت بقید حیات بتایا ہے، جو تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ یہ سبائی روایت ہے کہ حضورؐ نے اُم المومنین اُم سلمہ کو کربلا کی مٹی ایک شیشی میں بند کرکے دی تھی کہ جس روز حضرت حسین شہید ہوں گے اس روز یہ مٹی سُرخ ہو جائے گی۔ اس لیے سبائی روایات میں حضرت اُم سلمہؓ کو ۶۱ھ میں زندہ بتایا گیا ہے۔

شرافت صاحب سبائی پروپیگنڈہ سے کافی حد تک متاثر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اسی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ص۲۳ پر حضرت فاطمہؓ کے ایک فرزند کا نام محسن بتایا ہے جو بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ ص۲۳ پر شرافت صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی۔ یہ بھی تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔ مولانا محمد نافع صاحب نے رحماء بینہم میں شیعوں اور سنیوں کی معتبر کتابوں کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ کے اصرار پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی۔

نوشاہی صاحب ص ۲۳ پر لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چار بزرگوں کو خرقۂ خلافت پہنایا تھا۔ اس ضمن میں موصوف نے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ خرقے پہنانے کا رواج بہت بعد میں صوفیوں نے شروع کیا تھا۔ حضورؐ نے کسی کو خرقۂ خلافت نہیں پہنایا۔

شرافت صاحب ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافتِ باطنی دے کر کلاہ یک ترکی، عطا فرمائی۔ یہ کلاہ یک ترکی عہد رسالت میں کہاں سے آگئی؟ اسی صفحہ پر موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت ابو محمد مطعم قریشیؓ، حضرت عبداللہ علمبردار اور حضرت سلمان فارسیؓ روحانیت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلفاء تھے اور ابو محمد مطعمؓ سے ایک سلسلۂ فقر بھی چلا۔ یہ روایات بھی بے سند ہیں۔

نوشاہی صاحب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوانح کے ضمن میں تین صفحات پر پنجاب کے مشہور بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ کے سوانح حیات قلمبند کر گئے ہیں اور بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ جماعت علی حرمین شریفین میں عبدالعزیز ابن سعود نجدی وہابی ہادم القباب کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے اور اپنی الگ جماعت کرواتے تھے۔ ابن سعود کے نام کے ساتھ "ہادم القباب" زیب نہیں دیتا۔ نیز اس شخص سے زیادہ بدبخت اور کون ہو سکتا ہے جو حرم مکہ میں بھی امام کعبہ کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ ہر سال بیس سے پچیس لاکھ تک مسلمان حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی نماز تو امام کعبہ کی اقتداء میں ادا ہو جاتے لیکن جماعت علی اور ان کے حواریوں کی نماز قبول نہ ہو۔

نوشاہی صاحب نے ص ۱۴۲ پر محمد عیسیٰ گونڈہ پوری کا ذکر کیا ہے۔ اس بزرگ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسبت گوشہ پوری نہیں بلکہ گنڈا پوری ہے۔ گنڈا پور ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں واقع ہے۔ اور وہاں کا ایک خاندان مسٹر بھٹو کے دورِ اقتدار میں صوبہ سرحد کی سیاست پر چھایا رہا ہے۔

نوشاہی صاحب ص۲۴۶ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو باطنی خلافت دستگیر کلاہ دو ترکی" پہنائی تھی۔ کاش موصوف اس کا حوالہ بھی صحاح ستہ سے دے دیتے۔ نوشاہی صاحب اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے عبداللہ علمبردار کو خلافت باطنی عطا فرمائی تھی۔ ان کی یہ بات بھی بے دلیل ہے۔ موصوف ص۲۵ پر لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے سات اصحاب کو خلافتِ باطنی عطا فرمائی تھی۔ ان میں خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت بلالؓ، حضرت انسؓ بن مالکؓ اور عبدالعزیز مکی قلندر (م ۶۱۱ھ) مدفون پاک پٹن کو بھی خلافت عطا فرمائی تھی۔ حضورؐ کی رحلت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر انیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں انھیں خلافتِ باطنی کیونکر مل گئی؟ حضور کے صحابہ میں عبدالعزیز مکی قلندر نام کے کوئی بزرگ نہیں گذرے اور نہ ہی کوئی صحابی پاک پتن میں دفن ہیں۔ اسی طرح نوشاہی صاحب نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے کمیل بن زیاد کو باطنی خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کی یہ روایت بھی دوسری روایات کی طرح ساقط الاعتبار ہے۔ نوشاہی صاحب ص۲۴۹ پر لکھتے ہیں کہ اگرچہ بوجہ ترتیب خلافتِ ظاہری حضرت علیؓ کا شمار چوتھے درجہ پر ہوتا ہے لیکن علوم باطنی اور فیوض روحانی کے حقیقی وارثِ نبوی یہی بزرگ تھے۔ ہماری رائے میں یہ عقیدہ اہل سنت کا نہیں بلکہ زیدیہ کا ہے۔

تبرکاتِ قسطنطنیہ کے عنوان سے نوشاہی صاحب ص۲۵۲ پر لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے غسل کا پانی ہنوز قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ نیز خلفائے اربعہ کی تسبیحیں بھی وہیں محفوظ ہیں۔ خلفائے راشدین کے بارے میں کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بزرگ تسبیح کے دانے شمار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کی دیگچی، حضرت ابراہیمؑ کی کڑاہی، حضرت شعیبؑ کا عصاء اور حضرت یوسفؑ کی قمیص کی موجودگی بھی محلِ نظر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاہور سے تبرکات میں کربلا کی خون آلود مٹی، امام حسینؓ کا تاج، حضرت علیؓ کا نوشتہ تعویذ صد درصد، سیدہ فاطمہؓ کا چکن دار رومال، اویس قرنی کے دندان اور غوث الاعظم کی رضائی کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

نوشاہی صاحب نے ص۲۵۲ پر سکھوں کے لئے "سکھان کفن دزد" کی اصطلاح وضع کی ہے۔ اس سے قبل وہ ابن سعود کو ہادم القباب کا خطاب دے چکے ہیں۔ اس طرح کی اصطلاح وضع کرنے کی بجائے اگر موصوف سنجیدہ انداز تحریر اختیار کرتے تو بہتر ہوتا۔

نوشاہی صاحب ص۲۶۴ پر لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک بار خواب میں انھیں مخاطب کر کے فرمایا "تم بھی ہمارے صحابیوں کے پیچھے ان کے ساتھ ہی ہو گے"۔ کہاں صحابہ کرامؓ اور کہاں ایک بدعتی مجاور۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ نوشاہی صاحب نے حضورؐ پر یہ بھی ایک بہتان باندھا ہے۔

موصوف ص۲۶۵ پر لکھتے ہیں کہ حضورؐ کا ایک اسم گرامی ذوالقوۃ بھی ہے اور یہ قرآن حکیم کی آیت ذی قوۃ عند ذی العرش مکین سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح حضورؐ کا ایک اسم مبارک 'احسن' سورۃ والتین کی آیت لقد خلقنا فی احسن التقویم سے ماخوذ ہے۔ آپ کا ایک نام مبارک 'الاعلیٰ' سورۃ والنجم کی آیت وھو بالافق الاعلیٰ سے نکلا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ آیت حضورؐ کے بارے میں نہیں بلکہ جبرئیل کے بارے میں ہے۔ نوشاہی صاحب نے اس طرح کے متعدد استدلال کیے ہیں جن پر بحث کی کافی گنجائش ہے۔

نوشاہی صاحب ص۲ پر لکھتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی نماز جنازہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھی۔ خدا جانے وہ حاطب اللیل کی طرح ایسی بے سروپا روایات کہاں سے جمع کر لائے ہیں؟ اس پر دعویٰ یہ کہ انھوں نے آزاد و شبلی کی طرح لسانی قلابازیاں نہیں کھائیں۔ اور نہ ہی خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ موصوف ص۲ پر لکھتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کا جسد مبارک لحد میں رکھا گیا تو حضرت قثم بن عباسؓ نے دیکھا کہ آپؐ کے لب مبارک ہل رہے تھے اور رب امتی امتی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آواز سنائی دے رہی تھی۔

نوشاہی صاحب ص۲۶ پر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب وہ ۹۶ھ میں مدینہ منورہ آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے گھر میں جو باب السلام کے قریب تھا، مسجد نبوی کے منار کا سایہ پڑتا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ وہ منارہ گرا دیا جائے۔ اولاً۔ اس زمانے میں مسجد نبوی میں منار کی موجودگی ہی محل نظر ہے۔ ثانیاً، کیا مسجد نبوی کے منار کا سایہ اتنا منحوس تھا کہ سلیمان اسے برداشت نہ کر سکا؟ یہ خالص سبائی روایت ہے، ورنہ سلیمان کو تو اس کی نیکی کی بناء پر مفتاح الخیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

واقعہ حرّہ کا ذکر کرتے ہوئے نوشاہی صاحب ص۲۷ پر رقمطراز ہیں کہ سترہ سو صحابہ کرامؓ، دس ہزار تابعین اور سات سو حفاظ اس موقعہ پر تہ تیغ کیے گئے اور منبر رسولؐ اور روضۂ نبویؐ کے درمیان گھوڑے دوڑائے گئے اور ان سے وہاں لید اور پیشاب کروایا گیا۔ سیاق وسباق کے اعتبار سے یہ سبائی روایت معلوم ہوتی ہے۔ امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت ۶۰ھ میں صرف ساڑھے تین سو صحابی پورے عالم اسلام میں موجود تھے۔ واقعہ حرّہ میں صرف سترہ سو مدینہ منورہ میں کہاں سے آگئے؟ منبر شریف اور روضۂ نبویؐ کے درمیان اتنی جگہ ہے کہ وہاں گھوڑے دوڑائے جائیں؟ ایسا کون بدبخت کلمہ گو ہو سکتا ہے جو مسجد نبویؐ میں گھوڑوں سے لید کروائے۔ یہ سب اکاذیب عباسی عہد میں اُمویوں کو بدنام کرنے کی خاطر وضع کی گئی ہیں۔

نوشاہی صاحب ص۲۸ پر لکھتے ہیں کہ سعود بن عبدالعزیز نجدی کے عہد میں ۱۲۱۹ھ میں "فرقۂ وہابیہ" کے چند افراد روضۂ نبویؐ کو منہدم کرنے کے لیے گنبد خضرا پر چڑھے تو آگ کا ایک شعلہ نمودار ہوا جس نے بہتوں کو جلا دیا۔ شرافت صاحب خدا سے ڈریئے، کیا رحمۃ للعالمینؐ کے روضۂ مبارک سے آگ نکلتی ہے؟ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ روضۂ شریف کا دروازہ کھولا گیا تو وہاں سے ایک عظیم اژدہا نمودار ہوا جس نے افواج وہابیہ کا تعاقب کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شبلیؒ و آزادؒ نے تو خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں، شرافت صاحب نے تو ڈربی ریس میں حصّہ لیا ہے۔ اسی صفحہ پر موصوف لکھتے ہیں کہ طوسون مصر سے فوج لے کر وہابیوں کے مقابلہ کے لیے آیا تو وہ مدینہ شریف میں قلعہ بند ہو گئے۔ طوسون نے سرنگ لگا کر ایک دیوار گرادی اور لشکر اسلام اندر داخل ہو گیا۔ مجددی صاحب لکھتے ہیں کہ شرافت صاحب نے نہایت سہل انداز میں حقائق نویسی کو پُر لطف بنا دیا ہے۔ اگر وہ اسے حقائق نویسی سمجھتے ہیں تو پھر "زٹلیات" کی اصطلاح کس پر صادق آتی ہے؟

حضرت علیؓ کی ولادت کے ضمن میں نوشاہی صاحب صد ۲۸۵ پر بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ پیدا ہوئے تو حضورؐ نے انھیں غسل دیا۔ یہ روایت بھی بے سند ہے۔ نومولود کو دایہ غسل دیا کرتی ہے، یہ مردوں کا کام نہیں ہے۔ اسی طرح انھوں نے صد ۲۸۴ پر ابو طالب کا نام عمران لکھا ہے، حالانکہ تمام معتبر کتابوں میں اُن کا نام عبد مناف لکھا ہوا ہے[1]۔ عمران والی روایت بھی خالص شیعی روایت ہے۔

نوشاہی صاحب صد ۲۸۵ پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے نام کے بعد کرّم اللہ وجہہ اسلئے لکھا جاتا ہے کہ انھوں نے کبھی کسی بُت کے آگے سر نہیں جھکایا تھا۔ حالانکہ حقیقت یوں ہے کہ جب خوارج ان کا ذکر کرتے تو وہ سَبّ اللہ وجہہ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں خوارج کے اثر کو زائل کرنے کے لیے کرّم اللہ وجہہ کہنا شروع کیا۔

نوشاہی صاحب صد ۲۸۷ پر لکھتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں غیب سے آواز آئی تھی لافتیٰ الّا علی لاسیف الّا ذوالفقار۔ یہ بھی ہمارے خیال میں خالص سبائی روایت ہے۔ کیونکہ تمام محدثین اس باب میں خاموش ہیں۔ غزوۂ اُحد میں جو کارنامے حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت طلحہ ابن عبداللہؓ، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت نضر بن مالکؓ اور سید الشہداء سیدنا حمزہؓ نے انجام دیئے، اُن کی

---

[1] ابو طالب واسمہ عبد مناف۔ علامہ ابن عبدالبر، الاستیعاب، مطبوعہ مطبع نہضۃ مصر، ج ۲ ص ۲۷۰

© rasailojaraid.com